1965_3_194_200

3 ایس۔سی۔آر سپریم کورٹ رپورٹس 1965

بھکاری

بنام

ریاست اتر پردیش

25فروری1965

کے۔این۔وانچو، جے۔آر۔مدھولکر اور ایس۔ایم۔سیکری، جسٹس۔

فوجداری مقدمہ-پاگل پن- کو ثابت کرنے کا بوجھ تعزیرات ہند (ایکٹ 45 آف1860)، دفعہ 84-انڈین ایویڈنس ایکٹ(1 آف 1872)،دفعہ 105۔

اپیل کنندہ جس نے ایک بچے کو ظالمانہ انداز میں قتل کیا اور دوسروں کو زخمی کیا، اس پر تعزیرات ہند کی دفعہ 302 کے تحت مقدمہ چلایا گیا اور اسے مجرم قرار دیا گیا، اور ہائی کورٹ میں اس کی اپیل بھی ناکام ہوگئی۔ مقدمے کی سماعت کے دوران اپنے بیان میں انہوں نے خاص طور پر پاگل پن کی استدعا نہیں کی لیکن دونوں عدالتوں میں یہ عرضی کہ وہ پاگل ہونے کی وجہ سے مبینہ جرم کے لیے مطلوبہ نیت کا سہارا انہیں لیا جا سکتا، اس کی جانب سے خصوصی اپیل کے ذریعے، سپریم کورٹ کے سامنے، اس پر زور دیا گیا۔اس کی طرف سے کہ دفعہ 105 انڈین ایویڈنس ایکٹ کی دفعات کے باوجود یہ ثابت کرنے کا بوجھ کہ ملزم کا مطلوبہ ارادہ تھا اور اس وجہ سے یہ ثابت کرنا کہ وہ پاگل نہیں تھا، استغاثہ پر تھا۔دہیا بھائی چھگن بھائی ٹھکر کے معاملے میں عدالت کے کچھ مشاہدات سے اس دلیل کی تائید کرنے کی کوشش کی گئی۔

منعقد:(i) ملزم شخص کے ارادے کو ثابت کرنے کا بوجھ، جہاں ارادے جرم کا ایک جزو ہے، استغاثہ پر ہے اور یہ بوجھ کبھی نہیں بدلتا ہے۔لیکن ارادے کو بعض اوقات صرف حالات سے ثابت کیا جا سکتا ہے اور اس لیے استغاثہ کے لیے ملزم کے اعمال اور ان حالات کو ثابت کرنا کافی ہے جن میں وہ انجام دیے گئے تھے۔اگر ان میں سے مطلوبہ ارادے کا اندازہ معقول طور پر لگایا جا سکتا ہے، تو استغاثہ کو اپنا بوجھ ادا کرنے والا سمجھا جانا چاہیے۔(196 G-197B)

(2) اس میں کوئی شک نہیں کہ تعزیرات ہند کی دفعہ 84 کو کسی شخص کے ذریعے استغاثہ کی طرف

سے پیش کردہ شواہد کو کالعدم قرار دینے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ وہ متعلقہ وقت پر ایکٹ کی نوعیت کو جاننے سے قاصر تھا یا یہ کہ وہ جو کر رہا تھا وہ غلط تھا یا قانون کے منافی تھا۔ استغاثہ کو ملزم کی عمل کی نوعیت جاننے کی صلاحیت کے بارے میں ثبوت دینے کی ضرورت نہیں ہے یا یہ کہ یہ غلط یا قانون کے منافی تھا کیونکہ یہ مفروضے کے معاملات ہیں۔ ہر ایک کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے عمل کے فطری نتائج کو جانتا ہے۔ اسی طرح یہ فرض کیا جاتا ہے کہ ہر کوئی قانون کو جانتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قانونی شہادت کی دفعہ 105 ملزم شخص پر اس استثنیٰ کو ثابت کرنے کا بوجھ رکھتی ہے جس پر وہ انحصار کرتا ہے۔ (197 B-D)

(iii) دفعہ 105 کا دوسرا حصہ یہ بتاتا ہے کہ عدالت ایسے حالات کی عدم موجودگی کو فرض کرے گی جس کی بنیاد پر کیس کو عام استثنیٰ کے تحت لایا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ مفروضہ قابل تردید ہے اور ملزم ثبوت پیش کر کے یا خود استغاثہ کے ثبوت پر بھروسہ کر کے اس کی تردید کرسکتا ہے۔ اگر مقدمے میں پیش کیے گئے شواہد پر چاہے استغاثہ کی طرف سے ہو یا ملزم کی طرف سے عدالت کے ذہن میں جرم کے ایک یا زیادہ اجزاء کے حوالے سے معقول شک پیدا کیا جاتا ہے جس میں ملزم کا میز ریہ بھی شامل ہے، تو وہ بری ہونے کا حقدار ہوگا۔ یہ کہنے سے بہت مختلف ہے کہ استغاثہ کو جرم کے ارتکاب کے وقت ملزم کی عقل کو بھی قائم کرنا چاہیے حالانکہ شواہد ایکٹ کی دفعہ 105 میں واضح طور پر فراہم کیا گیا ہے۔ (196 E; 198 A-C)]

داہا بھائی چھگن بھائی ٹھکر بنام ریاست گجرات، (1964) 7 ایس۔سی۔آر 361، نے وضاحت اور تصدیق کی۔

فوجداری اپیل کا عدالتی فیصلہ: 1964 کی فوجداری اپیل نمبر 263۔

1964 کی فوجداری اپیل نمبر 356 میں الہ آباد ہائی کورٹ کے 2 جولائی 1964 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل اور حوالہ۔ 15 آف 1964۔

ایس۔پی۔ورما، اپیل کنندہ کے لیے۔

او۔پی۔رانا، جواب دہندہ کے لیے۔

عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا

مدھولکر، جسٹس۔ اپیل کنندہ نے الہ آباد میں ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف اپیل کی ہے جس میں تعزیرات ہند کی دفعات 302، 307 اور 324 کے تحت جرائم کے لیے اپنی سزا کی تصدیق کی گئی ہے اور دفعہ 302 کے تحت جرم کے سلسلے میں اسے دی گئی سزائے موت کی تصدیق کی گئی ہے اور دیگر دو جرائم کے سلسلے میں

منظور کی گئی سزا کی بھی تصدیق کی گئی ہے۔

ہائی کورٹ کی طرف سے پائے گئے حقائق یہ ہیں:

اپیل کنندہ نے منگلی، پی ڈبلیو 1 کے ساتھ جھگڑا کیا تھا، کیونکہ منگلی نے منگلی کے کھیت میں اس کے مویشیوں کو چرانے اور اس کی فصلوں کو نقصان پہنچانے پر اسے ڈانٹا تھا۔ اپیل کنندہ نے منگلی کو دھمکی دی کہ وہ منگلی کے خاندان کو ختم کر دے گا۔ 25 فروری 1957 کو تقریباً 03:00 بجے منگلی کا بیٹا بابو رام، جس کی عمر تقریباً 7 یا 8 سال تھی، منگلی کے بھائی کی بیٹی رام رتیا، جس کی عمر تقریباً 2 سال تھی، اور منگلی کا بھائی بیجنا تھ کا بیٹا پونا اور ایک لڈا کیوت کی بیٹی دلّی، جس کی عمر تقریباً 10 یا 11 سال تھی، اور کچھ دوسرے بچے ہیرا لال، پی۔ ڈبلیو۔ 3 کی جھونپڑی کے قریب گاؤں میں کھیل رہے تھے۔ اپیل کنندہ درانتی لے کر وہاں آیا اور بچوں کی طرف بھاگا۔ اس نے پہلے بابو رام پر وار کیا، جو بھاگ گیا اور رونے لگا۔ منگلی کی ایک سال کی بیٹی لکشمنیا بھی اس وقت وہاں موجود تھی اور اپیل کنندہ نے درانتی سے اس بچے کا سینے کو پھاڑ دیا جس کے نتیجے میں وہ تقریباً فوراً دم توڑ گئی۔ اس کے بعد اپیل کنندہ نے رام رتیا اور پنا پر بھی وار کیے۔ اپیل گزار کا بھائی ہیرا لال، جو اپنی جھونپڑی میں سو رہا تھا، بچوں کی چیخیں سن کر جاگ گیا اور انہیں بچانے کے لیے دوڑ پڑا۔ اس کے بعد اپیل کنندہ نے ہیرا لال پر بھی دھچکا لگایا۔ بچوں کی چیخیں سن کر کئی گاؤں والے موقع پر پہنچ گئے لیکن اپیل کنندہ واقعے کی جگہ سے تقریباً 75 قدم کے فاصلے پر دریائے گنگا کی طرف بھاگا ان کے چنگل سے فرار ہو گیا، پانی میں چھلانگ لگا کر دوسرے کنارے پر تیر کر فرار ہو گیا۔ 11 اکتوبر 1957 کو ضابطہ فوجداری کی دفعہ 87 اور 88 کے تحت اس کے خلاف کارروائی شروع کی گئی اور بالآخر اس کے خلاف مفرور کے طور پر کارروائی کی گئی۔ یکم فروری 1963 کو انہیں گرفتار کیا گیا اور اس کے بعد انہیں مقدمے کی سماعت کے لیے بھیج دیا گیا۔ اس مقدمے میں اسے مجرم قرار دیا گیا اور سزا سنائی گئی، جیسا کہ پہلے ہی بیان کیا گیا ہے۔

اپیل کنندہ کی طرف سے پیش ہونے والے مسٹر ورما کی طرف سے زور دیا گیا واحد نقطہ یہ ہے کہ اپیل کنندہ ایک ناقص دماغ والا شخص تھا اور یہ کہ وہ ان اعمال کی نوعیت کو جاننے یا ان کا ادراک کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا جو وہ کر رہا تھا۔ فاضل وکیل نے استدلال کیا کہ مجرمانہ جرائم کا ایک لازمی جوز ہونے کے ناطے جن کے ساتھ اپیل گزار پر فرد جرم عائد کی گئی تھی، ان میں سے کسی کے حوالے سے اس کی سزا کو اس سادہ وجہ سے برقرار نہیں رکھا جا سکتا کہ موت کا سبب بننے یا کسی کو چوٹ پہنچانے کا کوئی ارادہ نہیں، چاہے اس کے نتیجے میں موت ہو یا نہ ہو، ممکنہ طور پر کسی ایسے شخص سے منسوب کیا جا سکتا ہے جس نے، جب اس نے اعمال کا ارتکاب کیا تھا، وہ پاگل تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ اسی طرح کے دلائل سیشن جج کے ساتھ ساتھ ہائی کورٹ کے سامنے

بھی پیش کیے گئے ہیں، حالانکہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 342 کے تحت اپنے استفسار میں اپیل کنندہ نے پاگل پن کے دفاع کی استدعا نہیں کی تھی۔

تعزیرات ہند کے ضابط کا دفعہ 84، تعزیرات کے باب IV کی دفعات میں سے ایک۔ جو "عمومی استثناء" سے متعلق ہے، مندرجہ ذیل فراہم کرتا ہے:

''غیر مستحکم دماغ والے شخص کا عمل۔ کچھ بھی ایسا جرم نہیں ہے جو کسی ایسے شخص کے ذریعے کیا جاتا ہو جو ایسا کرتے وقت ذہنی خرابی کی وجہ سے اس عمل کی نوعیت کو جاننے سے قاصر ہو، یا یہ کہ وہ وہ کر رہا ہے جو یا تو غلط ہے یا قانون کے منافی ہے۔"

انڈین ایویڈنس ایکٹ 1872 کی دفعہ 105 کے تحت تعزیراتی ضابطہ میں بیان کردہ کسی بھی استثناء کے اندر کیس کو لانے والے حالات کے وجود کو ثابت کرنے کا بوجھ ملزم شخص پر ہے۔ اس میں مزید کہا گیا ہے کہ ایسی صورت میں عدالت ایسے حالات کی عدم موجودگی کو فرض کرے گی۔ اس فراہمی کی مثال (a) مندرجہ ذیل ہے:-

" A جس پر قتل کا الزام ہے، الزام لگاتا ہے کہ ذہنی طور پر غیر مستحکم ہونے کی وجہ سے اسے ایکٹ کی نوعیت کا علم نہیں تھا۔

ثبوت کا بوجھ A پر ہے۔

تاہم، فاضل وکیل، دہیا بھائی چھگن بھائی ٹھکر بنام ریاست گجرات میں اس عدالت کے فیصلے پر انحصار کرتا ہے، اور دعوی کرتا ہے کہ ملزم کا ضروری مینز ریہ قائم کرنا استغاثہ کا کام ہے اور اگرچہ ملزم نے پاگل پن کی درخواست نہیں لی ہوگی یا یہ ظاہر کرنے کے لیے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا ہوگا کہ جب اس نے کوئی جرم کیا تھا تو وہ پاگل تھا جس کا ارادہ ایک جزو ہے، استغاثہ کو عدالت کو مطمئن کرنا چاہیے کہ ملزم کا مطلوبہ ارادہ تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جرم ثابت کرنے کا بوجھ ہمیشہ استغاثہ پر ہوتا ہے اور یہ کبھی نہیں بدلتا۔ اس لیے یہ ارادہ کہنا درست ہوگا۔ جب یہ کسی جرم کا لازمی جزو ہوتا ہے، تو اسے استغاثہ کے ذریعے بھی قائم کرنا ہوتا ہے۔ لیکن کسی شخص کی ذہنی حالت کا اندازہ عام طور پر صرف حالات سے لگایا جا سکتا ہے۔ اس طرح اگر کوئی شخص جان بوجھ کر کسی دوسرے کو مہلک ہتھیار سے مارتا ہے، جس سے بنی نوع انسان کے عام تجربے کے مطابق چوٹ لگنے کا امکان ہے اور بعض اوقات یہاں تک کہ مہلک چوٹ بھی لگ سکتی ہے جو ہتھیار کے معیار اور جسم کے اس حصے پر منحصر ہے جس پر اسے مارا گیا ہے، تو یہ اندازہ لگانا مناسب ہوگا کہ ملزم نے جو کیا اس کے ساتھ ایک قسم کی چوٹ پہنچانے کا ارادہ تھا جو حقیقت میں اس عمل کے نتیجے میں ہوا تھا۔ ایسے معاملے میں استغاثہ کو جرم کا ایک

لازمی جزو، یعنی ملزم کا مہلک ہتھیار سے دھچکا لگانے کا ارادہ قائم کرنے کے لیے اس پر عائد بوجھ کو ختم کرنے والا سمجھا جانا چاہیے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تعزیرات ہند کی دفعہ 84 کو کسی شخص کے ذریعے استغاثہ کی طرف سے پیش کردہ شواہد کو کالعدم قرار دینے کے لیے یہ ثابت کرنے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے کہ وہ متعلقہ وقت پر ایکٹ کی نوعیت کو جاننے سے قاصر تھا یا یہ کہ وہ جو کر رہا تھا وہ یا تو غلط تھا یا قانون کے منافی تھا۔ اب یہ ثابت کرنا استغاثہ کا کام نہیں ہے کہ جو شخص دوسرے پر مہلک ہتھیار سے حملہ کرتا ہے وہ اس عمل کی نوعیت کو جاننے یا یہ جاننے کے قابل نہیں تھا کہ وہ جو کر رہا تھا وہ یا تو غلط تھا یا قانون کے منافی تھا۔ ہر ایک کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے عمل کے فطری نتائج کو جانتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی فرض کیا جاتا ہے کہ ہر کوئی قانون کو جانتا ہے۔ یہ ایسے حقائق نہیں ہیں جنہیں استغاثہ کو قائم کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایویڈنس ایکٹ کی دفعہ 105 ملزم شخص پر اس استثنیٰ کو ثابت کرنے کا بوجھ رکھتی ہے جس پر وہ انحصار کرتا ہے۔ تاہم، مسٹر ورما اس عدالت کے مذکورہ بالا فیصلے میں درج ذیل اقتباس پر انحصار کرتے ہیں:-

"پاگل پن کی درخواست کے تناظر میں ثبوت کے بوجھ کا نظریہ درج ذیل تجاویز میں بیان کیا جا سکتا ہے (1) استغاثہ کو معقول شک سے بالاتر ثابت کرنا چاہیے کہ ملزم نے مطلوبہ مینز ریہ کے ساتھ جرم کا ارتکاب کیا تھا؛ اور یہ ثابت کرنے کا بوجھ ہمیشہ مقدمے کی سماعت کے آغاز سے آخر تک استغاثہ پر ہوتا ہے۔ (2) ایک قابل تردید مفروضہ ہے کہ ملزم پاگل نہیں تھا، جب اس نے جرم کیا تھا، اس معنی میں جو تعزیرات ہند کی دفعہ 84 میں بیان کیا گیا ہے: ملزم عدالت کے سامنے تمام متعلقہ ثبوت زبانی، دستاویزی یا حالات کے مطابق پیش کر کے اس کی تردید کر سکتا ہے، لیکن اس پر ثبوت کا بوجھ اس سے زیادہ نہیں ہے جو دیوانی کارروائی کے فریق پر منحصر ہے۔ (3) یہاں تک کہ اگر ملزم جرم کے وقت حتمی طور پر یہ ثابت کرنے کے قابل نہیں تھا کہ وہ پاگل تھا، ملزم یا استغاثہ کی طرف سے عدالت کے سامنے پیش کردہ ثبوت عدالت کے ذہن میں جرم کے ایک یا زیادہ اجزاء کے حوالے سے معقول شک پیدا کر سکتے ہیں، بشمول ملزم کے مینز ریہ اور اس صورت میں عدالت ملزم کو اس بنیاد پر بری کرنے کی حقدار ہوگی کہ استغاثہ پر موجود ثبوت کا عمومی بوجھ خارج نہیں کیا گیا تھا۔

اور دعویٰ کرتا ہے کہ اس عدالت کے فیصلے کے مطابق قانونی حیثیت دوسری صورت میں ہے۔

یہ حوالہ اس سے مختلف کچھ نہیں کہتا جو ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ بلاشبہ یہ استغاثہ پر ہے کہ وہ معقول شک سے بالاتر ثابت کرے کہ ملزم نے مطلوبہ مینز ریہ کے ساتھ جرم کیا تھا۔ ایک بار ایسا کرنے کے بعد یہ مفروضہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ملزم نے جرم کیا تو وہ سمجھدار تھا۔ اس مفروضے کی تردید کی جا سکتی ہے اور وہ خود ثبوت پیش کر کے یا استغاثہ کے ثبوت پر بھروسہ کر کے اس کی تردید کر سکتا ہے۔ اگر مقدمے میں پیش کیے گئے شواہد پر

چاہے استغاثہ کی طرف سے ہو یا ملزم کی طرف سے عدالت کے ذہن میں جرم کے ایک یا زیادہ اجزاء کے حوالے سے معقول شک پیدا کیا جاتا ہے جس میں ملزم کا مینز ریہ بھی شامل ہے تو وہ بری ہونے کا حقدار ہوگا۔ یہ کہنے سے بہت مختلف ہے کہ استغاثہ کو جرم کے وقت ملزم کی عقل کو بھی قائم کرنا چاہیے اس کے باوجود جو شواہد ایکٹ کی دفعہ **105** میں واضح طور پر فراہم کی گئی ہے۔

مسٹر ورما مزید دعوی کرتے ہیں کہ ریکارڈ پر ایسے شواہد موجود ہیں جن سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اپیل کنندہ ناقص دماغ والا شخص تھا۔ سب سے پہلے، وہ بتاتا ہے کہ کوئی بھی شخص اپنے ہوش میں بچوں پر اندھا دھند حملہ نہیں کرے گا اور ایک سال کے بچے کے سینے کو توڑنے کی حد تک نہیں جائے گا۔ اس کے بعد وہ دلی، پی۔ڈبلیو۔**6**، اور ہیرالال پی۔ڈبلیو۔**3** کے بیان کا حوالہ دیتے ہیں جس میں اپیل کنندہ کو پاگلوا کہا گیا ہے اور سابق کے مخصوص بیان کا بھی حوالہ دیتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جب اپیل کنندہ نے بچوں پر حملہ کیا تو وہ پاگل تھا۔ ہمیں ایسا لگتا ہے کہ جس اندھا دھند انداز میں اپیل گزار نے تین بے گناہ بچوں پر حملہ کیا اور خاص طور پر لکشمنیا کے سینے کو توڑنے کا اس کا عمل حملہ آور کی بربریت کو ظاہر کرتا ہے اور اسے معقول طور پر ایسے حالات کے طور پر نہیں مانا جا سکتا جس سے یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ وہ غیر ذہنی تھا۔ جہاں تک دو گواہوں کی طرف سے اپیل کنندہ کو پاگلوا کے طور پر حوالہ دینے کا تعلق ہے، ہمیں دو متعلقہ حقائق کی طرف اشارہ کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے ہیرالال اپیل کنندہ کا بھائی ہوتا ہے جبکہ ڈلی، جیسا کہ وہ خود تسلیم کرتی ہے، اپیل کنندہ کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لیے دونوں اپیل گزار میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان میں سے کسی نے بھی پہلے کے مواقع پر کبھی یہ ذکر نہیں کیا تھا کہ اپیل کنندہ کو گاؤں والے پگلوا کہتے تھے یا جب اپیل کنندہ نے لکشمنیا کو مار ڈالا تو کوئی چلایا کہ اسے پگلوا نے مار ڈالا ہے۔ جیسا کہ ڈولی خود تسلیم کرتی ہے، یہ پہلی بار تھا کہ وہ یہ بیان کراس ایگزامینیشن میں سامنے آئی۔ اسی طرح یہ پہلی بار جرح میں تھا کہ اس نے کہا کہ جب اپیل کنندہ نے جرم کیا تو وہ پاگل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ استغاثہ کو اس سے جرح کرنے کی اجازت دی گئی۔ اسی طرح ہیرالال کو، مخصوص بیان دینے کے بعد، استغاثہ کی درخواست پر، معاندانہ قرار دیا گیا اور جرح کی گئی۔ اس کی طرف سے پہلے دیے گئے بیانات جو مقدمے میں اپیل کنندہ کے حق میں کیے گئے بیانات کو جھوٹا ثابت کرتے ہیں، ان کی طرف سے مسترد کیے گئے لیکن انکار غلط تھا۔ ان پہلوؤں میں ماہر سیشن جج نے ان دو گواہوں کے شواہد کے اس حصے پر یقین نہیں کیا جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اپیل کنندہ ناقص دماغ والا شخص تھا اور گاؤں میں اس طرح جانا جاتا تھا۔

مسٹر ورما پھر تعلیم یافتہ سیشن جج کے درج ذیل مشاہدات پر انحصار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان

مشاہدات کے پیش نظر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تعلیم یافتہ سیشن جج نے اپیل کنندہ کی عقل کے بارے میں شک کا اظہار کیا اور اس لیے اس شک کا فائدہ اسے دیا جانا چاہیے۔ بیان اس طرح چلتا ہے:

"میں اس حقیقت سے آگاہ ہوں کہ جرم کے وقت ملزم سے اس کی جانکاری ثابت کرنے کے لیے درکار ثبوت کا معیار استغاثہ سے مطلوبہ ثبوت کا معیار نہیں ہے بلکہ یہ دفاع کے لیے ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ جرم کے وقت پاگل پن موجود تھا اور اس بوجھ کو محض اس کے پاگل پن کے بارے میں شک پیدا کر کے ختم نہیں کیا جا سکتا۔"

ہمیں فاضل سیشن جج کے ان مشاہدات کا مطلب یہ سمجھنا مشکل ہے کہ فاضل وکیل کہتا ہے کہ ان کا کیا مطلب ہے۔ اس بیان کے فوراً بعد جو ہم نے نقل کیا ہے سیشن جج کے فیصلے میں درج ذیل ہوتا ہے۔

"دفاع کو یا تو اپنے شواہد سے یا استغاثہ کے شواہد سے کچھ ایسے حالات قائم کرنے چاہئیں جن سے پاگل پن کے وجود کا معقول اندازہ لگایا جا سکے۔ دفاع کے گواہوں کا محض یہ بیان کہ وہ پاگل تھا، پاگل پن کے وجود کے ثبوت کے لیے کافی ثبوت کے طور پر قبول نہیں کیا جا سکتا۔"

فاضل سیشن جج کا "شک پیدا کر کے" کہنے کا مطلب واضح طور پر یہ تھا کہ صرف متعلقہ وقت پر اپنی عقل کے بارے میں شک کرنے کی کوشش کرنے سے کسی ملزم شخص کو یہ ثابت کرنے کا بوجھ ادا کرنے کے لیے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ پاگل تھا۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ تجربہ کار سیشن جج نے خود نشاندہی کی ہے، جس طرح سے اپیل کنندہ واقعے سے پہلے خود سے برتاؤ کرتا تھا، جس طرح سے اس نے واقعے کے دوران عمل کیا اور اس کے بعد اس کے طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بالکل سمجھدار تھا۔ ہم تعلیم یافتہ سیشن جج کے فیصلے کے متعلقہ حصے کا حوالہ دینے سے بہتر کچھ نہیں کر سکتے:

"موجودہ معاملے میں، اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ واقعہ کے وقت تک وہ اپنی کاشت کاری کر رہا تھا۔ اس کی عادت کی خصوصیت کو ثابت کرنے کے لیے ریکارڈ پر کوئی ثبوت نہیں ہے جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکے کہ وہ ایک پاگل آدمی کی طرح کام کر رہا تھا۔ جرائم کے ارتکاب سے پہلے اس نے کسی کو نہیں مارا۔ دوسری طرف، واقعے سے چند ماہ قبل ملزم نے اعتراف کیا کہ منگلی اور بھیا لال کے ساتھ جھگڑا ہوا اور ان کے خاندان کو غیر واضح کرنے کی دھمکی دی تھی۔ ایک پاگل شخص ایسا نہیں کر سکتا تھا اور یہ توقع نہیں کی جاتی ہے کہ وہ ایک سمجھدار شخص کی طرح اپنی کاشت کو صحیح طریقے سے جاری رکھے گا۔ مزید برآں، واقعے کی تاریخ پر اس کی اپنی کزن بہن سمیت بہت سے بچے کھیل رہے تھے۔ لیکن سب سے پہلے اس نے صرف بابو رام اور منگلی اور

بھیالال کے خاندان کے دیگر بچوں کو درانتی ماردی اور کسی دوسرے بچے کو نہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے پاگل پن کے زیراثر کام نہیں کیا بلکہ صرف کچھ سابقہ غور و فکر اور تیاری کے ساتھ کیا۔ یہ مزید ثبوت ہے کہ اس نے گواہوں کو دھمکی دی تھی۔اس نے ہیرالال کو تب مارا جب اس نے منگلی اور بھیالال کے خاندان کے بچوں کو مارنے کی حرکت کو روکنے کی کوشش کی جس سے اس کا پہلے جھگڑا ہوا تھا۔آخر میں، اس میں خوف کا احساس غالب رہا اور اسی وجہ سے اس نے بھاگ کر اور پھر دریائے گنگا میں چھلانگ لگا کر فرار ہو کر ایک سمجھدار آدمی کی طرح کام کیا۔لہذا، میرے خیال میں یہ تمام حالات ایک نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ پاگل نہیں تھا اور اس نے ایک سمجھدار آدمی کی طرح اور کسی مقصد کے ساتھ کام کیا تھا۔"

ہم فاضل سیشن جج کے ان مشاہدات سے اور اس کے اس نتیجے سے بھی مکمل طور پر متفق ہیں کہ اپیل کنندہ کا مقدمہ تعزیرات ہند کی دفعہ 84 کے ذریعے بنائے گئے استثناء کے تحت نہیں آتا ہے۔نتیجے میں ہم اپیل کو مسترد کرتے ہیں اور اپیل کنندہ کو ان تین جرائم میں سے ہر ایک کے سلسلے میں سزا اور سزاؤں کی تصدیق کرتے ہیں جس کے لیے اسے سیشن جج نے مجرم پایا تھا۔

اپیل مسترد کر دی گئی۔

Sheikh Javiad Alam
2024.05.09 16:07
I am the author of this document